مولانا شہاب الدین ندوی

شریعت بل — ضرورت اور نفاذ کیوں ؟

نظامِ شریعت کی برتری اور معقولیت کے دلائل

قانون صرف خدا ہی کا کیوں ! اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا خالق و پروردگار ہے، اُسی نے دنیا کی تمام چیزوں اور تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور یہ دُنیا عارضی و فانی ہے، جس کے بعد ایک فیصلے کا دن آئے گا اور تمام مرے ہوئے انسانوں کو پھر دوبارہ زندہ کرکے اُن سے حساب کتاب لیا جائے گا کہ کن کن لوگوں نے دنیا میں ہماری باتوں کو مانا اور ہمارے قانون پر عمل کیا ؟

اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے، اسی طرح اُس نے انسان کے لئے ایک قانون اور ضابطہ بھی تیار کرکے اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجا ہے اور اُسی خدائی قانون اور ضابطے کا نام "دین و شریعت" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرکے آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے، بلکہ انہیں ایک ضابطے اور قانون کا پابند بنانا چاہا ہے اور یہ بات عقلی اعتبار سے بھی قابلِ فہم ہے کہ جو انسان کا خالق و پروردگار ہے وہی اس کے لئے ایک ضابطۂ حیات بھی مہیا کرسکتا ہے اور خود انسان کا رویّہ بھی یہی ہونا چاہیئے کہ جس ہستی نے اُسے عدم سے وجود بخشا اور دنیا میں اُس کے لئے تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کردیں، اُس کے عوض وہ احسان شناسی اور شکر گزاری کے طور پر اپنے خالق و پروردگار کے حکموں پر چلے اور کسی حال میں اُس کی نافرمانی نہ کرے ظاہر ہے کہ یہ ایک فطری اور معقول مطالبہ ہے جس کی حقیقت قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اعراف : ۵۴)	ہاں دیکھو پیدا کرنا اور حکم چلانا اُسی کا کام ہے، اللہ بڑی خوبیوں والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○

حکم کرنا صرف اللہ ہی کو زیب دیتا ہے، اُسی نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے (یوسف : ۴۰)

اس آیت میں تین بنیادی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں، جو یہ ہیں :

۱۔ حکم صرف خدا کا ہوگا۔ یعنی انسانوں پر صرف اُسی کا قانون لاگو ہوگا، لہٰذا اصل قانون ساز صرف اللہ ہے

۲۔ عبادت و بندگی صرف اللہ کی ہونی چاہیئے، کیونکہ وہی خالق و مالک اور مُربّی ہے۔ عبادت و بندگی کی اصل یہ ہے کہ کسی کی بڑائی کو تسلیم کر کے اس کے سامنے سرِ نیاز جھکا دیا جائے۔ یہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قانون ساز تسلیم کر لینے کا لازمی نتیجہ ہے۔

۳۔ یہی صحیح دین یا صحیح طریقہ ہے، یعنی دین بس انہی دو باتوں کو مان لینے کا نام ہے اور اسی کا دوسرا نام شریعت ہے۔

احکامِ شریعت کا احاطہ | اسلام کی اصطلاح میں شریعت اُس طریقے کا نام ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر دیا ہو اور اس اعتبار سے دین و شریعت تقریباً ہم معنی ہیں۔ مثال کے طور پر احکامِ دین کو احکامِ شریعت بھی کہا جاتا ہے اور یہ احکام تمام معاملاتِ زندگی پر محیط ہیں، جن میں عقائد و عبادات اور معاشرتی و اجتماعی اُمور سبھی آ جاتے ہیں اور اس سلسلے میں خالقِ کائنات نے انسانوں کیلیے جو مفصّل قوانین یا ضوابطِ حیات تجویز کئے ہیں وہ آج ہمارے سامنے اسلامی شریعت (قرآن اور حدیث کا مجموعہ) کی شکل میں موجود و محفوظ ہیں جو انسانی زندگی کے تمام احوال و کوائف کا احاطہ کرتے ہیں اور اس اعتبار سے اسلام دیگر مذاہب کی طرح محض چند عقائد یا چند بے جان قسم کے رسم و رواج کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک زندہ اور متحرک دین ہے جو انسان کو خالق و مخلوق کے صحیح روابط سے آشنا کرتا ہے، اس کو لذتِ عبدیت سے روشناس کراتا ہے اور زندگی کے رموز و اسرار سے پردہ اٹھا کر انسان کو ابدی سعادتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

قوانینِ شریعت ناقابلِ تغیّر کیوں؟ | اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ خدائی قانون یا اسلامی شریعت ناقابلِ تغیر کیوں ہے؟ تو اس کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ وہ چونکہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے اس لئے وہ ناقابلِ تغیّر ہے لیکن اس پر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا کا بنایا ہوا قانون کیوں ناقابلِ تغیّر ہے؟ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا کے تمام قوانین میں برابر ارتقاء ہو رہا ہے اور سب کے سب قانونِ ارتقاء کے مطابق مُسلسل ترمیم و اضافے کو قبول کرتے نظر آ رہے ہیں تو آخر اسلامی یا خدائی قانون میں یہ استثناء اور یہ جمود کیوں ہے؟

تو اس کا پہلا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اسلامی قانون دیگر قوانین اور دیگر تہذیبوں کی طرح کسی ارتقائی عمل یا انسانی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے کہ جس طرح انسانی تہذیب و تمدن نامیاتی اجسام کی طرح پیدا ہوتے ہیں، پھر جوان ہوتے ہیں اور پھر بوڑھے ہو کر ختم ہو جاتے ہیں جیسا کہ مختلف تہذیبوں کی تاریخ ظاہر کرتی ہے۔ انسانی یا وضعی قوانین چونکہ انسانی کوششوں سے وجود میں آتے ہیں، اس لئے وہ دورِ قدیم سے لے کر اب تک مسلسل تغیر و ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ حالت تک پہنچ سکتے ہیں اور ان میں آج بھی تغیر اور ارتقاء کا عمل برابر جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا مگر اس کے برعکس شریعت کے قوانین یکبارگی اور کامل شکل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ان میں روزِ اوّل سے لے کر آج تک کسی قسم کی تبدیلی یا ارتقاء نہیں ہوا ہے مگر اس کے باوجود آج بھی اسی طرح اپنی جگہ پر نہ صرف کامل و برتر نظر آ رہے ہیں بلکہ وہ ہر دور کیلئے کار آمد اور قابلِ عمل بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ اسلامی شریعت کا وہ معجزہ ہے جس پر عقلی دُنیا حیرت زدہ ہے۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ جدید وضعی قوانین کے بعض وہ اصول و کلیات جن پر عصرِ جدید کو بڑا ناز ہے مثلاً نظریۂ مساوات، نظریۂ عدل، انسانیت نوازی اور اظہارِ رائے کی آزادی وغیرہ، تو یہ سب کے سب اُصول و مبادی اسلامی شریعت ہی سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ اگلے مباحث سے بخوبی ثابت ہو جائیگا، بلکہ اسلامی شریعت میں بعض ایسے اچھوتے اُصول بھی موجود ہیں، جن تک عصرِ جدید کی اب تک رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی شریعت کا مزاج اور اس کا نیچر دیگر قوانین اور تہذیبوں سے یکسر مختلف ہے، وہ پہلے ہی دن ایک کامل تر، برتر اور دوامی شکل میں نازل ہوئی ہے جس پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکتیں اور وہ چودہ سو سال سے اب تک نہ جانے کتنے فلسفوں، نظریوں اور تحریکوں کا نہایت درجہ پامردی کے ساتھ مقابلہ کر چکی ہے، مگر اس کے باوجود وہ اب تک بالکل تازہ دم اور ہشاش بشاش نظر آ رہی ہے۔ یہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے ورنہ اگر وہ کسی انسان کا بنایا ہوا قانون ہوتا تو کبھی کا فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہوتا، لہٰذا اسلامی شریعت اپنے اس مخصوص مزاج اور مخصوص ماہیت کی بناء پر کسی بھی قسم کے ردّ و بدل کو قبول نہیں کر سکتی۔

اسلامی شریعت کے ناقابلِ تغیّر ہونے کا دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ تخلیق (CREATION) اور تشریع (LEGISLATION) دونوں خدائی عمل ہیں۔ لہٰذا جس طرح دنیائے فطرت (NATURE) میں جاری شدہ قوانینِ فطرت (LAWS OF NATURE) ناقابلِ تغیر ہیں، اسی طرح قوانینِ شریعت بھی ناقابلِ تبدیل ہیں، کیونکہ جس ہستی نے عالمِ طبیعی کا ضابطہ جاری کیا ہے، اُسی نے

قوانینِ شریعت بھی وضع کئے ہیں۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب اس موقع پر ایک اشکال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ سابق انبیائے کرام کے شرائع چونکہ مختلف رہے ہیں لہٰذا مذکورہ بالا توجیہہ کے اعتبار سے "شریعت الٰہیہ" میں وحدت کہاں رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائی شریعت تو یوم ازل ہی میں اللہ کے علم ازلی کے مطابق کامل تھی۔ پھر وہ اُسی کامل شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور پھر وہ اُسی کامل شکل میں آج ہمارے سامنے موجود و محفوظ ہے، لہٰذا اس اعتبار سے شریعت الٰہی میں ازل سے ابد تک نہ کسی قسم کا تغیر ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اب رہا معاملہ سابق انبیاء علیہم السلام کا، تو ان سب کا دین اساسی اُمور میں مشترک تھا، مگر انہیں چند ایسے احکام بھی دیئے گئے تھے جو اگرچہ باہم کچھ مختلف تھے مگر اُصولی حیثیت سے یہ اختلاف کچھ زیادہ نہیں تھا۔

اور دوسری بات یہ کہ یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر زماں تک ہر دور والوں کو ایک "مکمل شریعت" کا پابند بنا دیا جاتا، بلکہ حسب ضرورت اس مکمل شریعت ہی کے بعض حصے کسی ایک دور میں دیئے گئے تو کچھ حصے دوسرے دور میں بھیجے گئے، اس طور پر کہ نشانہ وہی مکمل شریعت ہی کا تھا جو دورِ محمدی میں پورا ہوا۔ اس حقیقت کا اظہار حسب ذیل آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ	آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے
دِيْنًا (مائدہ : ۳)	اسلام کو بطور ایک دین کے پسند کر لیا ہے۔

ظاہر ہے کہ شریعت الٰہیہ کی یہ تدریج محض نزولی اعتبار سے ہے نہ کہ ارتقائی عمل کا نتیجہ! کیونکہ انبیائے کرام کو جو بھی ملا، وہ یکبارگی ملا، جس میں کسی کے غور و فکر یا ارتقاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اُس کے استحکام کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ ہے۔

غرض اس اعتبار سے خدائی قانون اور انسانی قانون کا فرق بالکل نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون میں تبدیلی کی اب تک کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے خدائی علم و حکمت کا استحکام ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم ازلی کے مطابق انسان کو ایک ناقابلِ تبدیل ضابطۂ حیات ضرور عطا کر سکتا ہے اور اس میدان میں چونکہ تمام انسانی قوانین نوعِ انسانی کو ایک "مکمل" بے عیب اور ناقابلِ تغیر ضابطہ حیات فراہم کرنے میں عاجز و ناکام ہو چکے ہیں، لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایک ہمہ داں (سب کچھ جاننے والا) اور لازوال ہستی کا وجود پایا جاتا ہے۔

خدائی قانون کا معجزہ اس سلسلے کا تیسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمیں

اسلام کے اس دعوے کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ چنانچہ اہلِ اسلام کے تیرہ سو سالہ دورِ حکومت میں انہیں اپنے معاشرتی و اجتماعی معاملات میں کسی دوسرے دین و مذہب یا دوسری قوموں کے قوانین مستعار لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ فقہائے کرام نے اسلامی شریعت کی روشنی میں اور اُس کے بنیادی اُصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر وہ تمام تفصیلی احکام و قوانین وضع کر لئے جن کی اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے کو ضرورت پیش آئی۔ اس اعتبار سے اسلام اپنے تفصیلی احکام و مسائل کی تدوین کے لئے کسی دوسرے قانون کا رہینِ منت نہیں ہے۔ لہٰذا اسلامی قوانین کو دیگر ادیان و مذاہب اور انسانی قوانین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح عیسائی مذہب کی عدم کفایت کی بناء پر عیسائی ریاستوں کو اپنے معاشرتی، اجتماعی اور تمدنی معاملات میں رومی قانون (ROMAN LAW) وغیرہ سے استفادہ کرنا پڑا تھا۔

ان تمام اعتبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اپنی جگہ کامل اور اعلاتر ہے، جو لازوال بنیادوں پر قائم ہے اور یہ تمام خصوصیات ظاہر کرتی ہیں کہ ان قوانین کو پیش کرنے والا بجائے خود اپنی جگہ پر کامل، اعلاتر اور لازوال ہے۔ جس کے علم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو رہی ہے بلکہ اُس کے علم میں "ٹھراؤ" بھی ہے اور ماضی، حال اور مستقبل کے احوال و کوائف کا احاطہ بھی۔ اس برتر قانون کی موجودگی کا یہ ایک منطقی نتیجہ ہے، جو عقلِ انسانی کو مبہوت اور حیرت زدہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسانی قانون اور خدائی قانون میں بنیادی اور جوہری فرق ہے۔ یہ دونوں یکساں ہرگز نہیں ہو سکتے اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی قانون خلاقِ ازل کا بنایا ہوا قانون ہے جو معقول اور فطری اُصولوں پر مبنی ہے اور اس میں اعتدال اور توازن رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے جدید قوانین ہمیشہ اسلامی شریعت سے شعوری یا غیر شعوری طور پر اخذ و استفادہ کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مصر کے مشہور ماہرِ قانون اور جج علامہ عبدالقادر عودہ شہید نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اسلام کا قانونِ فوجداری"[1] کے شروع میں جو عمدہ اور معرکۃ الآرا بحث کی ہے، اُس کا خلاصہ اس موقع پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے مذکورۂ بالا تمام حقائق کا بڑے دل نشین طور پر اثبات ہوتا ہے اور اسلامی شریعت کی برتری اور اُس کی حیرت انگیز خصوصیات بالکل بے نقاب ہو کر ہمارے سامنے آ جاتی ہیں۔

اعتراض کرنے والوں کی دو قسمیں علامہ عبدالقادر عودہ تحریر کرتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں شریعتِ اسلامیہ پر عدم صلاحیت کا الزام لگانے والوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ لوگ

[1] التشریع الجنائی الاسلامی، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۳ھ پانچواں ایڈیشن

جنہوں نے نہ تو شریعت کا مطالعہ کیا ہے اور نہ قانون کا۔ اور دوسرا فریق وہ ہے جس نے صرف قانون کی تحصیل کی ہے، شریعت کا علم حاصل نہیں کیا۔ لہٰذا یہ دونوں فریق اسلامی شریعت پر حکم لگانے کے اہل نہیں ہیں کیونکہ وہ قانونِ شریعت سے بالکل ناواقف ہیں۔

کیا شریعت فرسودہ ہو چکی ہے؟ اور ان لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ چونکہ جدید وضعی قوانین کی بنیاد ان فلسفیانہ، اجتماعی اور انسانی نظریات واعتبارات کی بنیاد پر ہے جو اٹھارہ ویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں قائم کئے گئے تھے اور چونکہ اس سے ماقبل کے قوانین ان فلسفیانہ بنیادوں سے خالی ہیں، لہٰذا وہ سب آوٹ آف ڈیٹ ہو چکے ہیں اور یہ لوگ اسلامی شریعت کو بھی اسی نظریہ پر قیاس کرتے ہوئے اس پر عدم صلاحیت کا الزام لگاتے ہیں اور یہ غلطی اس لئے ہے کہ انہوں نے انسان کے وضع کردہ قوانین اور اسلامی شریعت دونوں کو برابر برابر سمجھ لیا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ انسانی قانون کی ابتداء مختلف قبیلوں اور معاشروں کی ضروریات کے تحت ہوئی ہے، جس میں کوئی یکسانیت اور باضابطگی موجود نہیں تھی، یہاں تک کہ اٹھارویں صدی کے اواخر میں ارتقائی طور پر اُس کو علمی، فلسفیانہ اور اجتماعی (سوشل) بنیادیں حاصل ہوئیں جن کا سابقہ ادوار میں کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ ان جدید نظریات کی بنیاد عدل، مساوات، رحمدلی اور انسانیت ہے ان نظریات کی اشاعت کے باعث دنیا کے بہت سے ممالک کے قوانین میں وحدتِ عمل میں آئی ہے، اگرچہ ہر ملک کا قانون تفصیلی دفعات میں دوسرے سے مختلف ہے مگر اس کے برعکس اسلامی شریعت کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ چنانچہ وہ تدریجی ارتقاء کے طور پر نہیں بلکہ یکبارگی مکمل شکل میں نمودار ہوئی ہے، . . . اور اسی طرح وہ مختلف جماعتوں اور مختلف اقوام کے لیے الگ الگ طور پر نہیں بلکہ سب کے لئے . . . یکساں طور پر اس طرح نازل ہوئی ہے کہ اُس میں کوئی نقص یا عیب موجود نہیں ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت ایک دین کے پسند کر لیا ہے (مائدہ : ۳)

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی (یونس : ۶۴)

اور اسلامی شریعت کی کاملیت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے ہی دن ان تمام جدید نظریات کے ساتھ وارد ہوئی ہے جن تک انسانی قانون کی رسائی عصرِ حاضر میں ہو سکی ہے بلکہ اس باب میں شریعت نے جدید قانون کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی پیش کیا ہے اور اس اعتبار سے انسانی قانون کا منتہائے کمال شریعت کا نقطہ آغاز ہے۔

شریعت اور قانون کا بنیادی فرق غرض اسلامی شریعت اور انسانی قانون کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہے بلکہ شریعت اپنے مزاج کے اعتبار سے انسانی قانون سے یکسر مختلف ہے اور یہ اختلاف اساسی طور پر تین طرح کا ہے:۔

۱۔ اول یہ کہ قانون انسان کا وضع کردہ ہے جب کہ شریعت من جانب اللہ ہے۔ لہذا ان دونوں میں اپنے اپنے صانع کی صفات نمایاں نظر آتی ہیں۔ یعنی قانون چونکہ انسان کا بنایا ہوا ہے، اس لئے اس میں نقص، کمزوری اور تدبیر کی کمی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور اسی بناء پر اس میں تبدیلی اور ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس شریعت کو بنانے اور ڈھالنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے، لہذا اس میں خالقِ عالم کی قدرت و عظمت اور اس کا کمال نیز آئندہ پیش آنے والے امور کا احاطہ بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز اور ہر زمانے کو محیط ہوتا ہے لہذا اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس: ۶۴) اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۲۔ دوم یہ کہ قانون کا مطلب ہے چند عارضی قواعد جن کو سوسائٹی (انسانی معاشرہ) اپنے احوال کو درست کرنے کے لئے وضع کرتی ہے۔ لہذا ایسے قواعد زمانہ حال کے لئے تو کام دے سکتے ہیں مگر زمانہ مستقبل کیلئے ناکارہ ہو سکتے ہیں، جب کہ سوسائٹی کے حالات بدل جائیں، مگر اس کے برعکس شریعت کے قواعد کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے تنظیم جماعت کا باعث بن سکیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ چودہ سو سال گزر چکنے کے باوجود اسلامی شریعت میں اب تک کسی قسم کا ردّ و بدل نہیں ہو سکا ہے جب کہ دوسری طرف علوم و افکار کی دنیا ہی بدل گئی ہے (اور اس قسم کے دائمی قواعد سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں، جن کا تذکرہ اس موقع پر طوالت کا باعث ہوگا۔ ان مثالوں کے لئے اصل کتاب کی طرح رجوع کیا جائے۔)

۳۔ سوم یہ کہ وہ جماعت یا سوسائٹی ہی ہوتی ہے جو قانون کو وضع کرتی ہے اور پھر اس میں اپنی قومی عادات اور قومی روایات کے ذریعہ اس قانون میں رنگ بھرتی ہے۔ اس طرح قانون کی اصل یہ ہے کہ وہ جماعت کے احوال کو منظم کرنے کی غرض سے بنایا جاتا ہے اور اس اعتبار سے قانون جماعت کی ایجاد

ہے مگر جماعت قانون کی ایجاد نہیں۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد صورت حال بدل گئی ہے، جب کہ وہ حکومتیں جو نئی تحریکات اور نئے نظاموں کی علمبردار ہیں، وہ اپنے ملکوں میں بسنے والے مختلف قوموں اور قبیلوں کو متعین رخوں پر لے جانے کے لئے قانون کا استعمال اس طرح کر رہی ہیں گویا کہ اس کے ذریعہ متعین اغراض کا نفاذ عمل میں آ سکے۔ یہ طریقہ سب سے پہلے اشتراکی روس اور مصطفےٰ کمال کے ترکی نے اختیار کیا، پھر فاشی اٹلی اور نازی جرمنی نے بھی یہی روش اپنائی، پھر اس کے بعد باقی ملکوں نے بھی اسی کی پیروی کی۔ اس اعتبار سے آج قانون کا مقصد سوسائٹی کی تنظیم اور اس کی ایسی رہنمائی ہے جس کو سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس کی بھلائی کے لئے مناسب سمجھیں[1]

اس کے برعکس جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، اسلامی شریعت کسی سوسائٹی یا جماعت کی ایجاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی جماعت کے ارتقاء اور اس کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہے بلکہ وہ ایک خدائی فعل ہے جس نے ہر چیز کو استحکام بخشا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی شریعت کا مقصد وضعی قانون کی طرح محض جماعت سازی نہیں، بلکہ ایک صالح وپاکیزہ جماعت پیدا کرنا اور ایک مثالی حکومت قائم کرنا ہے۔ اسی بناء پر شرعی احکام اپنے نزول کے وقت اس دور کے معیار سے بہت اونچے نظر آ رہے تھے اور آج بھی اُن کے بلند معیار کا یہی حال ہے۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں ایسے اصول ونظریات موجود ہیں جن سے آگاہی غیر اسلامی دنیا کو صدیوں بعد ہو سکی ہے اور بعض ایسے اصول بھی ہیں جن تک رسائی اب تک سرے سے حاصل ہی نہیں ہو سکی ہے۔

جدید قانون شریعت سے پیچھے اس موقع پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ دورِ حاضر میں وضعی قانون اپنی اصل سے ہٹ کر سوسائٹی کی رہنمائی کرنے لگا ہے اور یہ ایک جدید اصول ہے جو اسلامی شریعت سے ماخوذ ہے، جس کا اصول یہ ہے کہ جماعت بنائی جائے اور اُس کی رہنمائی اور تنظیم کی جائے۔ اس طرح وضعی قانون

---

[1] مطلب یہ کہ آج مختلف ممالک میں وہاں کے سیاسی قائدین اپنے اپنے مخصوص اغراض ومقاصد یا چند خاص خاص تحریکوں کے زیر اثر قانون کے ذریعہ مختلف قبیلوں اور قوموں کے درمیان سیاسی وحدت پیدا کرنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، جس طرح کہ ہمارے ملک میں "قومی یکسانیت" کے نام پر یکساں قسم کے قوانین بنانے اور انہیں بزور قوت نافذ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مختلف اقوام کے درمیان یکساں سول کوڈ نافذ کر کے ایک مصنوعی یکسانیت پیدا کرنے کا نعرہ بھی اسی قسم کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف قسم کی قومی یا اقلیتی "شناختوں" کو مٹا کر انہیں ایک وسیع تر "قومی دھارے" میں شامل کیا جا سکے۔ اسی وجہ سے مختلف قوموں کے پرسنل لاء کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ ان کا رشتہ اپنی قوم وملت اور اپنے مذہب سے پوری طرح کٹ جائے۔ (شہاب)

آج اس نقطہ تک پہنچ سکا ہے جس تک شریعت چودہ سو سال پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔ اس لحاظ سے وضعی قانون کے ماہرین جب یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک نیا نظریہ دریافت کر لیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ تم نے شریعت کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اُس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہو۔

اسلامی شریعت کے امتیازی خصائص اوپر اسلامی شریعت اور وضعی قوانین کے درمیان جو اختلافات دکھائے گئے ہیں، ان کے ملاحظہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی شریعت حسب ذیل تین خصوصیات کی بناء پر وضعی قوانین سے ممتاز نظر آتی ہے:

پہلی خصوصیت یہ کہ اسلامی شریعت وضعی (انسانی) قوانین کی بہ نسبت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اُس کے اُصول و کلیات سوسائٹی کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہیں، حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لحاظ سے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی شریعت وضعی قوانین کی بہ نسبت اعلیٰ وارفع ہوتی ہے، یعنی اُس کے اصول و ضوابط ہمیشہ سوسائٹی اور جماعت کے معیار سے اونچے ہوتے ہیں، خواہ انسانی سوسائٹی کا معیار کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو۔

تیسری خصوصیت یہ کہ اسلامی شریعت وضعی قوانین سے ہمیشگی اور دوام کے اعتبار سے ممتاز ہوتی ہے، یعنی اُس کے نصوص (واضح احکام و تصریحات) بغیر کسی تغیّر یا تبدیلی کے ہمیشہ کارآمد اور قابلِ عمل رہتے ہیں، خواہ اُن پر کتنی ہی مُدّت اور کتنی ہی صدیاں کیوں نہ گزر جائیں۔ بالفاظ دیگر وہ کبھی از کار رفتہ یا آؤٹ آف ڈیٹ نہیں ہو سکتے۔

اسلامی شریعت کی یہ وہ جوہری خصوصیات ہیں جو اس کے خدائی عمل ہونے کا نتیجہ ہے۔

شریعت کے ممتاز ہونیکے دلائل اسلامی شریعت اپنی کاملیّت، برتری اور ہدایت کے اعتبار سے دیگر قوانین سے ممتاز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے اس سلسلے میں جن اصولوں کو اپنے پہلے ہی دن پیش کر دیا تھا، اُن سے انسانی قوانین موجودہ دور ہی میں آگاہی حاصل کر سکے ہیں، جب کہ یہ خصوصیات اسلامی شریعت کے ہر نظریہ اور ہر قانونی دفعہ میں موجود ہیں، چنانچہ اس موقع پر اسلامی شریعت کے بعض اُصول و نظریات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ **نظریۂ مساوات** اسلامی شریعت نے اپنے نزول کے پہلے ہی دن یہ اعلان کر دیا تھا کہ تمام انسان مساوی اور برابر برابر ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ — اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت

ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (حجرات : ۱۳)

سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، لیکن اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا کو ماننے والا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ "تمام لوگ برابر ہیں، جس طرح کہ ایک کنگھے کے دانت ہوتے ہیں۔ ایک عربی کو ایک عجمی پر سوائے تقویٰ کے اور کوئی فضیلت نہیں ہے"

اسلامی شریعت کا یہ وہ نظریۂ مساوات ہے جو چودہ سو سال پہلے پیش کیا گیا تھا، مگر وضعی قانون اس اصول سے صرف ایک صدی پہلے ہی واقف ہو سکا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وضعی قانون نے نظریۂ مساوات کو اپنا کر کوئی نیا قانون نہیں پیش کیا بلکہ قانونِ شریعت ہی کی اتباع کی ہے۔

۲ مرد اور عورت کی برابری کا نظریہ

یہ نظریہ اوپر مذکور مساوات عامہ ہی کی ایک شاخ ہے، مگر اس کی خصوصی اہمیت کی بناء پر اس کو الگ سے پیش کیا جا رہا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ نظریہ شریعت کی انصاف پسندی اور اس کی بلند نگاہی کی واضح دلیل ہونے کے علاوہ حقوق و فرائض کی تقسیم میں اس کی حکمت عملی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں یہ عمومی قاعدہ ہے کہ حقوق و واجبات کے باب میں عورت مرد کے مساوی ہے، یعنی عورت کو بھی اسی قسم کے حقوق حاصل ہیں جس طرح کہ مرد کو حاصل ہیں اور اس کے ذمہ بھی ویسے ہی فرائض ہیں جس قسم کے مرد پر عائد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (بقرہ : ۲۲۸)

عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے سے وہی حقوق ہیں، جیسے خود ان پر عائد ہوتے ہیں۔

لیکن مرد اور عورت کے درمیان مساوات کے اس عام قاعدے کے باوجود شریعت نے مرد کو عورت پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ: ۲۲۸)

اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

اور خود قرآن نے اس خصوصیت کی وجہ بھی بتا دی ہے، جس کی بناء پر مردوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ (نساء : ۳۴)

مرد عورتوں پر قائم و نگران ہیں کیونکہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مردوں نے عورتوں پر (شادی، بیاہ، مہر

اور نفقہ کے ذریعہ) اپنا مال خرچ کیا ہے۔ ؎

اس طرح واضح کر دیا گیا کہ وہ درجہ (جسکی وجہ سے مردوں کو فضیلت دیگئی ہے) وہ مرد اور عورت کے مشترکہ معاملات میں مرد کے منظم اور نگران ہونیکی وجہ سے ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ از روئے شریعت مرد ہی عورت پر خرچ کرنے اور بچوں کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ اس طرح خاندان کے اوّلین مسئول و ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے خاندان کے مشترکہ امور میں وہی قائد اور نگران ہونے کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ ان امور میں اُس کی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ اُسی کی بات چلے۔

اس لحاظ سے مرد کو جو اقتدار حاصل ہے وہ اسکی ذمہ داری کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ اس سے بہتر طریقے سے عہدہ برآ ہو اور یہ شریعت کے اس عام قاعدے کی دقیق تطبیق ہے جو کہتی ہے کہ "اقتدار ذمہ داری کی بناء پر ملتا ہے" اور یہ وہی قاعدہ ہے جس کو شریعت نے صاحب اقتدار لوگوں کا تعلق اُن کے ماتحت لوگوں سے دکھانے کے سلسلے میں پیش کیا ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ   تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی

؎ لفظ قَوَّامُوْنَ، قَوَّام کی جمع ہے جو قَائِمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کہا جاتا ہے۔ هُوَ قَوَّامٌ عَلٰى اَهْلِهٖ، تو اس کا مطلب ہوتا ہے وہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات اور ان کے اچھے برے کی ہمیشہ دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ (معجم الفاظ القرآن الکریم: ۲/۴۹۹ مطبوعہ مصر) شہاب

؎ بعض تجدد پسندوں کا ادعا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مردوں کو جو فضیلت دیگئی ہے، وہ محض انفاق مال کی وجہ سے ہے، لہذا اگر کسی دور میں عورتیں کمانے والی ہو جائیں تو مردوں کی یہ فضیلت زائل ہو سکتی ہے۔ مگر یہ آیت کریمہ اس غلط منطق کو باطل کر رہی ہے کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جو فضیلت دی ہے وہ فطری اور پیدائشی اعتبار سے ہے جو کسی علت کے تابع نہیں ہے۔ اب رہا مردوں کا عورتوں پر اپنا مال خرچ کرنا، تو یہ دوسری فضیلت ہے، جیسا کہ قرآنی الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے لہذا اگر کسی وجہ سے دوسری فضیلت زائل ہو جائے تو پہلی فضیلت کسی بھی طرح زائل نہیں ہو سکتی، جو مرد کی جسمانی و ذہنی قوت کی بناء پر ہے اور اس اعتبار سے عورتیں لاکھ کوشش کریں، وہ مردوں کے مقام و مرتبے تک نہیں پہنچ سکتیں، کیونکہ یہ فرق بالکل حیاتیاتی (BIOLOGICAL) ہے اور اس باب میں فرائڈ جیسے اباحیت پسند تک کو بھی اعتراف کرنا پڑا، کہ "مرد اور عورت کی تشریحی ساخت ایک امر مقدر ہے"

(ANATOMY IS DESTNY) (دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ۱۹/۹۰۷ ایڈیشن ۱۹۸۳ء) شہاب

رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا :

ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا اور عورت بھی اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے اور اُس سے اس کی نگرانی و ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

مردوں کو اگرچہ مشترکہ معاملات میں عورتوں پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے، مگر مرد کو عورت کے خصوصی اُمور میں دخل دینے اور اس پر زور چلانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ مثال کے طور پر عورت اپنے حقوق کی خود مالک ہوتی ہے اور ان میں مرد کی مداخلت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے، اگرچہ وہ اس کا شوہر یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

اسلامی شریعت نے مرد اور عورت کے درمیان یہ مُساوات اپنے پہلے ہی دن یعنی چودہ سو سال پہلے ہی قائم کردی تھی، جب کہ اُس وقت کی دُنیا اس قسم کی مُساوات اور ان دونوں کے حقوق و فرائض کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس لحاظ سے مُساوات کو ثابت کرنے کے لئے کوئی جماعتی تحریک موجود نہیں تھا جو شریعت کو ایسا کرنے کے لئے مجبور کرتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ضرورت اس بات کی تھی کہ اسلامی شریعت کی تکمیل ایسے اعلیٰ اصولوں کے ذریعہ کردی جائے جو اُس کے کمال و دوام کو برقرار رکھ سکیں۔

اسلامی شریعت نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا جو اُصول تسلیم کیا ہے، اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق وضعی قوانین نے ان دونوں کے درمیان مساوات کو انیسویں صدی میں جاکر تسلیم کیا ہے مگر اس کے باوجود بعض اقوام اور ان کے قوانین اب تک عورتوں کو اُن کے خصوصی امور میں بھی اُن کے شوہروں کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے سے منع کرتے ہیں۔

غرض زیر بحث نصوص کی عمومیت اور اُن کی لچک کی غایت و انتہا کا ہم آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان نصوص (واضح ہدایات) کا دائرہ کبھی تنگ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کرنے سے عاجز رہ سکتے ہیں اور ان نصوص میں جب کمال اور رفعت کا بھی اضافہ کر دیا جائے، تو ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ شریعت کے نصوص کسی تبدیلی یا ترمیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔

(جاری ہے)

اس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو

PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

TELEGRAMS: PAKTOBAC AKORA KHATTAK — TELEPHONES: NOWSHERA 488 & 599

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED

AKORA KHATTAK FACTORY P. O. NOWSHERA
(N. W. F. P.—PAKISTAN)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے
کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے)
ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور
آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

O Prophet ! truly We have sent thee
as a Witness, a Bearer of glad
tidings, and a Warner, and as
one who invites to Allah's (Grace)
by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust

The Port of Pakistan